اسلام اور مغربی طرز زندگی میں فرق

خادم حسین[1]

اشاریہ

طرز زندگی کے مباحث کا تعلق معاشرتی علوم، تربیتی، اخلاقی اور اقتصادی علوم سے ہے۔ طرز زندگی کا مفہوم اجتماعی اور فرہنگی رفتار کو عام طور پر معاشرے کی نگاہ سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ طرز زندگی اسلامی سے مراد، وہ طرز زندگی ہے جس کی بنیاد آن اور روایات کی تعلیمات رکھی گئی ہے۔ اس مقالے میں مغربی طرز زندگی اور اسلامی طرز زندگی کے درمیان تفاوت کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں اسلامی طرز زندگی کی بنیادوں کو ایمانی، رفتاری اور اجتماعی ثقافتی بنیادوں کو بیان کیا گیا ہے اور اسکے بعد مغربی طرز زندگی کی بنیادوں کو تین چیزیں لذت، قدرت اور منفعت کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ مقالہ توصیفی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔ اسی بنابر اسلامی طرز زندگی اور مغربی زندگی کے درمیاں بہت سی چیزیں متفاوت نظر آجاتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام انسان کی فردی زندگی سے لیکر معاشرے کے سارے مسائل میں نظر رکھتا ہے اور صدر اسلام سے لیکر تا قیامت تک کے انسانوں کو ایک کامل نمونے پیش کئے ہیں لیکن اس کے بر عکس مغربی طرز زندگی میں انسان کے حقوق کے نام پر انسان کے اقدار کی پائمالی مغربی طرز زندگی میں نمایاں دیکھا جاسکتا ہے۔

کلیدی الفاظ: اسلام، طرز زندگی، اسلامی طرز زندگی، مغربی طرز زندگی

مقدمہ:

یوں تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مغربی معاشرہ دین سے دوری اختیار کر چکا ہے اور صرف مادی تصورات کو اہمیت دے رہا ہے۔ مغربی معاشرے میں خدا کے وجود کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔ اس کی بنیاد سیکولرزم کی تحریک روس اور یوروپی ممالک میں خاص کر رینوسانس کے ظہور کے بعد سیاست کو، چرچ کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے شروع کی گئی تھی۔ ان ممالک میں سیکولرزم کا مطلب اور اسکی بنیاد لادینیت پر ہی رکھی گئی تھی۔ بنیادی وجہ جو اس امر کا سبب بنا، وہ چرچ کے انتہا پسندانہ اور فکری جمود تھا جس کی وجہ سے مغربی ممالک اور اسکے باشندے چرچ کی مشکل تعلیمات سے خود کو رہائی دلانے کے لئے ہیومنزم یا انسان دوستانہ شعار کو اپنانے پہ مجبور ہو گئے۔ اس درمیان بعض مغربی مفکرین نے مذہبی تعلیمات کا مکمل طور پر انکار کرکے لوگوں کو عیسائی افکار و عقائد سے دور کیا اور، عقل کو دین کا جا گزیں بنا دیا۔ لیکن وہ اس بات کو قبول نہ کرسکے کہ عقل انسانی بھی بہت سے سوالوں کے جواب دینے سے قاصر ہے۔

---

[1] Phd اسکالر مجتمع عالی قرآن وحدیث جامعہ المصطفیٰ ایران

انہوں نے انسان کو اس حد تک اونچا کیا کہ بندگی کی صفت ان سے سلب کرلی۔ اسی لئے وہ اس بات پر مصر رہے کہ ہیومنزم کی بنیاد پر ہی انسان کی تمام حقائق اور اقدار استوار ہے۔ وہ خود پسند ہے جو خود کو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتا اور اپنے مفادات کے حصول کے لئے وہ ہر چیز سے ہر ممکنہ صورت میں استفادے کا جواز رکھتا ہے۔ ہیومنزم کا سوچ، ہر قسم کے روحانی افکار مثلا وحی الہی اور آسمانی ادیان کی نفی کرتا ہے۔ اور انسان کو فطرت پر، مطلق حاکم سمجھتا ہے۔ ہیومنزم کے افکار میں انسانی شناخت کا اہم ترین اصول یہ ہے کہ انسان کی عقل، خدا اور اس کے دین کا جا گزیں قرار پاتی ہے اور دین و معنویت کو زندگی میں کسی قسم کا عمل دخل حاصل نہیں ہوتا۔ اور حتی اسی ناپختہ نظریہ کے تعاقب میں مغرب کے لوگ حتی فطرت انسانی کی آواز کو بھی ہیومنزم پہ فدا کرتے ہیں، جس کے نظریات میں انسان کی امیدوں اور امنگوں کا خلاصہ صرف اس کی مادی اور دنیوی زندگی میں ہوتا ہے۔ اور اس فکر میں زندگی کا مقصد، لذت حاصل کرنا، منفعت طلب کرنا اور خود پسندانہ طریقے سے ہر ممکنہ صورت میں خدا کی نعمتوں سے استفادہ کرنا ہے۔ اور مغربی طرز زندگی اسی فکر پر وجود میں آئی ہے۔ انہی نظریات کی بنا پر مغربی لوگ اسی جہاں میں ہر روز نئے ایجادات کی فکر میں ہے تاکہ انسان زندگی میں زیادہ سے زیادہ لذت اٹھائے اور اسی ہدف کی خاطر آئندہ کی نسلوں کے لئے بھی بہت کچھ سوچتے ہیں حتی کچھ سیاروں میں بھی انسانی زندگی بسر کرنے کے لئے پیشن گوئی کر رہے ہیں۔ لیکن ان تمام چیزوں کا ہدف انسان کو ایک لذتوں کا اسیر اور آزادی کا مجنون بنا کر انسانی اقدار کو نیست و نابودی کی طرف دھکیلنا ہے اور اسکو دنیا تک محدود کرنا ہے۔ دوسری طرف اسلامی طرز زندگی میں دنیا اور انسانوں کی لذتیں اس وقت تک اہمیت رکھتی ہیں جب تک وہ انسانی کی فطری اور اسلامی حدو حدود کے اندر رہے وگرنہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ایک مسلمان اپنے شاندار ماضی میں رہنا اور جینا پسند کرتا ہے یا پھر مستقبل بعید میں رہنے کو لیکن ہر قیمت میں نہ بلکہ اسلامی اقدار کے سائے میں ایک اسلامی طرز زندگی کو اپنا کر اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا استفادہ کرنا بھی اسی کی طرف سے دئے ہوے راہ میں ۔اور اس طرز زندگی کو اپنے لئے طرہ امتیاز سمجھتا ہے۔ یہ تحریر ان دو طرز اور دو ثقافتوں کے بارے میں کچھ مطالب اور انکے درمیان فرق کے متعلق ہے۔

طرز زندگی طرز زندگی

طرز زندگی جسے انگلش میں life style سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہی زندگی گزارنے کا طور طریقہ ہے جسے انسان ہر معاشرے میں اپنے لئے انتخاب کرتا ہے اور اسی کی بنا پر اپنے کردار اور رفتار میں تبدیلی کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر لغت کی کتابوں میں سبک زندگی کے بارے میں، کسی گروہ یا شخص کی کوششوں اور خاص روش کے معنا میں آیا ہے۔ اور اسی مطلب کے معنا کو جیسے موارد: عادتیں، سوچ، سلیقے اور اخلاقی معیارات ۔۔۔ میں توجہ کیا جاتا ہے تاکہ شخص یا چند لوگ مل کر معاشرے میں طرز زندگی کو تشکیل دیتے ہیں۔ (فاضل قانع، حمید، سبک زندگی بر اساس آموزہ ہای اسلامی (با رویکرد رسانہ ای)، ج۱، ص۱۷) بعض دوسرے دانشمندان کے نزدیک طرز زندگی عبارت ہے ایسے حدو حدود سے جسکی حد کو اسکے اعضا اسکے تقسیم کار اور آمدنی اور سلیقوں میں ایک دوسرے کیساتھ متفاوت ہوں۔ اسی لئے معاشروں اور لوگوں کے درمیان زندگی گزارنے کے طرز اور سلیقے ہمیشہ انکے اپنے، معاشرے اور

اپنے ملت کے آداب اور رسومات اور فرہنگ کے تابع ہوا کرتا ہے۔ ادوارد تایلور (۱۹۱۷م) وہ پہلا انسان شناس برطانوی دانشمند ہے کہ جس نے نے لوگوں کے بارے میں تحقیقات کرنے کے ساتھ ساتھ ، بشر کی تاریخ اور اسکے آغاز اور انسانی تمدن کے بارے میں ۱۹۷۱م میں ایک کتاب "ابتدائی فرہنگ" کے نام سے تحریر کیا اور اسکی ابتدا میں فرہنگ کی تعریف میں کہتے ہیں: فرہنگ عبارت ہے علوم، ہنر، افکار و عقائد، اخلاقیات، مقررات اور قوانین، آداب و رسومات اور سارے معلومات کے مجموعے کا جس میں انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے انہیں کسب کرتا ہے۔ (ایضا، ص۲۵،) اسی لئے تو یہ کہا جاسکتا ہے فرہنگ، طرز زندگی کے خمیر کو آمادہ کرتا ہے اور اسی لئے طرز زندگی کو جلوہ عینی اور خارجی فرہنگ میں شمار کیا جاتا ہے۔ (ایضا)

طرز زندگی کے بارے میں یہی کافی ہے کہ کسی بھی ملت یا گروہ کے طور، طریقے، بنیادی ترجیحات اور طرفداری کا، انکی شخصیت اور پہچان سے گہرا ربط ہے۔ اسکے علاوہ بھی طرز زندگی کسی بھی ملت کی عقیدتی وضعیت کی پہچان اور اس کا فکری چہرہ ہوا کرتا ہے۔ اس بناپر روانشناسی کے ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی بھی معاشرے میں انحراف یا اسکی نابودی اس وقت ممکن ہوگی جب وہ اپنی اصلیت اور پہچان کو پس پشت ڈالے یا اپنے اقدار اور آداب و رسومات نابود اس وقت ممکن ہوگا جب وہ خود اپنے آپ کو کمزور اور حقیر سمجھے گا۔ آمریکہ کے معروف دانشمند «جوزف نای» نے ۱۹۹۰میلادی کو نرم قدرت اور طاقت کے میدان میں، قدرت نرم کو دوسروں کی ترجیحات کا رخ بدلنے اور اس کو اپنے ترجیحاتی رنگ میں لانے کو نرم قدرت سے تعبیر کیا تھا، (نای، جوزف، قدرت نرم، سید محسن روحانی و مہدی ذوالفقاری، تہران، انتشارات دانشگاہ امام صادق (ع)، ۱۳۸۷) اس سے پہلے بھی پروفیسر مولانا حمید نے ۱۹۸۶میلادی میں، اسی اقدام کو جہانی سیاست کے لئے ایک کامیاب حربہ قرار دیا تھا۔ (نای، جوزف، قدرت نرم، سید محسن روحانی و مہدی ذوالفقاری، تہران، انتشارات دانشگاہ امام صادق (علیہ السلام)، ۱۳۸۷)

ورآج کل جسے جنگ نرم سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا دارومدار بھی اسی نوع سے ہے جسے ایک کامیاب ابزار اور حربے کے طور پر دیگر ملتوں سے انکی پہچان کو ختم کرانے کے لئے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ (جان ام، کالینز، استراتژی بزرگ، ج۱، ص۴۸۷، کورش بایندر، تہران، وزارت امور خارجہ، ۱۳۷۶.)

اور حقیقت میں وہ لوگ جو قدرت نرم و جنگ نرم کے شعار کے زریعے Soft War کو بجائے Hard War کی جگہ ایجاد کرکے مختلف بہانوں فلاحی تنظیموں کے نام سے اور ڈیموکریسی کے نام پر اسی پالیسی کو تحمیل کرتے ہوئے ملتوں کے داخلی امور میں مداخلت کرکے اپنے مقاصد کو حاصل کر رہے ہیں. البتہ ایسی دخالت کو تہدید بالقوہ و بالفعل کا نام رکھنا چاہئے. اگر ہم چاہیں تو اسلامی طرز زندگی کی تعریف کریں تو کچھ یوں ہوسکتا ہے، کہ وہ طرز زندگی ف جو قرآن و روایات کی تعلیمات سے اخذ کیا گیا ہو، بالفاظ دیگر مختلف میدانوں میں ایسے رفتار اور گفتار کا مجموعہ جو فردی، گھریلو، قومی اور حتی پوری دنیا کے عبادتی، سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور ھنری ۔۔۔ پہلوؤں پر مشتمل ہے جسے قرآن اور احادیث سے اخذ کرکے انسانی معاشرے میں عملی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ (محمودی، بررسی جایگاہ علم در سبک زندگی قرآنی، (۵۸-۱۹/۵۶: ... ۱۹۹۵)

تمام انسانی تہذیبیں اور ثقافتیں جنہیں زندہ مخلوق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے شاید یہ اس لئے ہو کہ تہذیبیں اور ثقافتیں بھی ہر جاندار مخلوق کی طرح زندگی میں مختلف مراحل سے گزرتی ہے، بچپن، جوانی، بڑھاپا، پھر موت، یہی حال تمام انسانی تہذیبوں کا بھی ہے۔ تہذیبیں پیدا ہوتی ہیں، عروج پاتی ہیں، پھر زوال کا شکار ہو کر مٹ جاتی ہیں۔ دنیا کی جتنی بھی تہذیبیں ہیں، وہ تین چیزوں سے خالی نہیں ہے:

یا وہ گزشتہ تہذیبوں کے کھنڈرات پر قائم ہوتی ہیں یعنی گزشتہ تہذیبوں کے بچے کچے آثار و باقیات پر۔

یا کسی آسمانی وحی یا کچھ مفکرین و دانشوروں کے تصورات وافکار پر مبنی ہوتی ہیں۔

یا کسی تہذیب پر خطہ و ملک کا ماحول، عقائد ورسوم اثر انداز ہوتے ہیں۔

البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر انکا زوال اور عروج کا دارومدار اسے مربوط اسکی بنیادوں اور اصولوں سے ہے کہ وہ تہذیبیں اور ثقافتیں کن بنیاد پر استوار ہے۔

اسلامی طرز زندگی اسلامی محور اس اسلامی طرز زندگا سلامی طرز زندگی کے بنیادیں محور

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کی اس دنیا میں ایک پاک زندگی کا دارومدار اس کے اسکے محکم اصول اور استوار بنیادوں سے وابستہ ہے جنہیں انسان کو ایک مناسب اور صحیح طرز زندگی کے انتخاب کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اسلامی طرز زندگی کے بنیادی محور کو اگر تقسیم کرنا چاہیں تو تین صورتوں میں تسیم کیا جاسکتا ہے: پہلا: ایمانی ,دوسرا: رفتاری، تیسرا: اجتماعی اور ثقافتی

ایمانی بنیادیں

اسلامی طرز زندگی کی ایمانی بنیاد پر کچھ مبانی زیادہ مہم ہیں ان میں: خدا پر ایمان، خود پیدائی، خدا کے حضور توجہ قلبی، خدا کی طرف سے توفیقات پر یقین، توکل، دعا۔۔۔اس حوالے سے کچھ مطالب کے بارے مختصر توضیح پیش خدمت ہے:

سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا اہئے کہ انسانی اعتقادات کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انسان کے وجود کے اندر، خود ایمان کی جگہ انسان کا قلب ہے جو ایمان کو انسان کے وجود کے اندر سمالیتا ہے۔اسی بات کی طرف قرآن مجید ک میں یوں نیان ہوا ہے: (حجرات ۱۴) یہ آیت ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کراتی ہے کہ انسان کو شناخت کے لئے ضروری اقدامات کو انجام دینا چاہئے، پھر اپنے قلب کو ایمان کو قبول کرنے کے لئے، جو اسکی شناخت اور معرفت کے طفیل حاصل ہوا ہے تیار کریں۔اور قلب کا جو میدان ہے وہ ہر قسم کی آلودگی اور گناہ سے ایسے پاک ہو جائے کہ ایمان کا نور اس کے پورے وجد کا حصہ بن جائے۔

اسلامی طرز زندگی کی ایمان کی بنیادوں میں سے ایک خود یابی یا خود یابی ہے کہ انسان اپنے آپ کو پیدا کرے کیونکہ خدا کے بارے میں معرفت حاصل کرنا اس وقت ممکن جب انسان پہلے اپنے آپ کے بارے میں میں معرفت رکھتا ہو کیونکہ معرفت خدا انسان کی اپنے نفس کی معرفت سے جڑی ہوئی ہے۔قرآن کریم بھی اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کرتا ہے: وَ لا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْساهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولئِكَ هُمُ الْفاسِقُون۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود فراموشی

میں مبتلا کر دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔ (حشر ۱۹) قرآن خدا کے فراموش ہونے کو انسان کا خود فراموش ہونا قرار دیتا ہے۔ دوسری طرف تمام مخلوقات کو انسان کے طفیل اور اسکی خاطر خلق ہونا انسان اور اسکی زندگی کے مقام کو مزید باوقار اور عزتمند بناتا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے: اے انسان ! میں نے تمام چیزوں کو تیرے لئے خلق کیا اور تجھے میرے لئے۔ (فیض کاشانی، علم الیقین ج ۱ ص ۳۸۱)

انسان کا دل سے خدا کے حضور ہونا، اس پر یقین کی منزل پر پہنچیں تو انسان ایک پاک زندگی اور بامعنا حیات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور اسی چیز کی طرف قرآن بھی اشارہ کرتا ہے: هُوَ الَّذي خَلَقَ السَّماواتِ وَ الْأَرْضَ في سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ ما يَلِجُ في الْأَرْضِ وَ ما يَخْرُجُ مِنْها وَ ما يَنْزِلُ مِنَ السَّماءِ وَ ما يَعْرُجُ فيها وَ هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ وَ اللَّهُ بِما تَعْمَلُونَ بَصير۔ وہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر عرش پر مستقر ہوا اللہ کے علم میں ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خوب نگاہ رکھنے والا ہے۔ (حدید ۴)

اسی آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے امیر المومنین سے بھی نقل ہوا ہے آپ فرماتے ہیں: أفضلُ الإيمانِ أنْ تَعلمَ أنّ اللّهَ معكَ حَيثُ ما كُنتَ (ابن الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۲۰، ص ۲۵۹) انسان کے بہترین ایمان کے مراحل میں سے یہ ہے کہ وہ یہ جانیں کہ خدا، اس کے ہمراہ جہاں وہ ہے۔

خدا کی توفیق کا اسلامی طرز زندگی میں بنیادی رول کے لئے یہی اندازہ کافی ہے کہ انسان کی زندگی کا دوام انسان کے لئے جب تک خدا کی توفیقات سے تعلق نہ جڑے، اسکے بغیر ناممکن ہے۔ درحیقت توفیق الہی انسان کی زندگی کو آرام اور پائدار بنانے کا باعث بنتا ہے۔ رآن کی آیت میں آیا ہے: انَّ الَّذينَ قَالُوا رَبّنَا اللّٰہُ ثُمّ استقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيهِمُ المَلٰئِكَۃُ اَلَّا تَخَافُوا وَ لَا تَحزَنُوا وَ اَبشِرُوا بِالجَنَّۃِ الَّتی كُنتُم تُوعَدُونَ۔ جو کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں (نہ خوف کرو نہ غم کرو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا تھا۔ (فصلت، ۳۰) اس آیت میں توفیقات الہی کو کلمہ توحید پر ایمان اور استقامت کو ایک پاک زندگی اور اسکے استمرار میں ایک راہ حل کے طور پر روشناس کرایا گیا ہے۔ اور ثم استقاموا اسی بات پر دلیل ہے ۔ (زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج ۴ ص ۱۱۹)

انسان کی طرز زندگی میں اسلامی بنیادوں میں سے ایک انسان کا خدا پر ایمان کے ساتھ توکل بھی ہے۔ اور خدا نے اپنے پیغمبر سے بھی یہی چاہا ہے کہ کسی بھی کام کے ارادہ اور عزم کرنے کے بعد، خدا پر توکل کریں: فَبِمَا رَحمَۃ مِّنَ اللّٰہ لنتَ لَہم وَ لَو كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ القَلبِ لَانفَضُّوا من حَولِكَ فَاعفُ عَنہم وَ استَغفِر لَہم وَ شَاوِرہُم فِی الاَمرِفَاِذَا عَزَمتَ فَتَوَكَّل عَلَى اللّٰہ انَّ اللّٰہَ يُحِبُّ المُتَوَكِّلِينَ۔ (اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے در گزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران، ۱۵۹) اگرچہ توکل ایک

قلبی امر ہے اور انسان کی خدا کی معرفت اور انسان مومن کے اخلاص کے ساتھ تعلق ہے، اگر اس کو صحیح معنوں میں بروئے کار لایا جائے تو انسان کی زندگی کو بامعنا بنانے اور اس کے طور و طرز میں ایک تازہ روح پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

انسان کی زندگی کو ایک اسلامی طور طریقے سے بسر کرنے کے لئے ان عوامل میں سے جو انسان کو آرام بخشتا ہے وہ دعا ہے۔ دعا خدا کے ساتھ رابطہ قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دعا انسان کی اپنی زندگی کو خدا پسندانہ بنانے میں بہت عمدہ اثر رکھتا ہے۔ اسی مطلب کو قرآن مجید ایک لطیف انداز میں بیان کرتا ہے: وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ اُجِیبُ دَعوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیَستَجِیبُوا لِی وَ لیُؤمِنُوا بِی لَعَلَّھُم یَرشُدُونَ ۔اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو (کہہ دیں کہ) میں (ان سے) قریب ہوں، دعا کرنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، پس انہیں بھی چاہیے کہ وہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہ راست پر رہیں۔ (بقرہ، ۱۸۶)

رفتاری بنیادیں

انسان کی زندگی کو وہ چیز جسے زیادہ پر معنا اور پر ثمر بناتی ہے وہ اس کی سوچ اور صحیح اعتقادات ہیں اور اسکے بعد انسان کے عمل اور رفتار زیادہ دخالت رکھتا ہے، جسے قرآن اور روایات اہل بیت ع میں عمل صالح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خداوند فرماتے ہیں: (سورہ کہف، ۱۱۰) اس آیت میں انسان کی غرض آفرینش ، لقاء اللہ وہی قرب الٰہی کا حصول کہ انسان کے اعمال صالح اور عبادت پروردگار کو شرک سے دوری کے نتیجے میں قرار دیا ہے۔ پس اسی بنا پر ایک پاک طرز زندگی اسلامی کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان عمل صالح انجام دیں اور اور خدا کی پرستش کے دوران موانع شرک وغیرہ سے دوری اختیار کیا جائے۔ ذیل میں کچھ خدا کے نزدیک پسندیدہ اعمال جو ایک طرز زندگی اسلامی کے لئے سبب بن سکتے ہے پیش خدمت ہیں:

آخرت پر ایمان انسان کے رفتاری بنیادوں میں سے ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: وَ مَن اَرَادَ الاٰخِرَۃَ وَ سَعٰی لَھَا سَعیَھَا وَ ھُوَ مُؤمِنٌ فَاُولٰئِکَ کَانَ سَعیُھُم مَّشکُوراً۔ اور جو شخص آخرت کا طالب ہے اور اس کے لیے جتنی سعی درکار ہے وہ اتنی سعی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی سعی مقبول ہوگی۔ (اسرا/۱۹)

جی ہاں ایسا عمل یا رفتار خدا کے نزدیک قابل قبول ہے جس کی اساس انسان کو آخرت کے سفر پر ایمان کے ساتھ ممکن ہے۔ یعنی انسان خدا کی دی ہوئی نعمت کو ناپایدار اور ناپختہ چیزیں پر صرف نہیں کرنا چاہئے بلکہ کچھ بلند اہداف کے حصول میں صرف ہو جائے تاکہ انسان ایک مطلوب نتیجے تک رسائی پا سکے۔

بہترین چیزوں کا انتخاب کرنا۔ اسلامی زندگی کی بنیادوں میں سے ایک جو انسان کی بلند ہمت ہونے کی ترجمانی کرتی ہے اور انسان کے اردے کو ایک مناسب عمل کے انجام دہی میں مددگار ابت ہوتی ہے وہ بہترین چیزوں کا انتخاب ہے جنہیں انسان کے افکار، نیتوں، گفتار اور اعمال سے لیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی کی طرف کچھ یوں بیان ہوا ہے: وَ اتَّبِعُوا اَحسَنَ مَا اُنزِلَ اِلَیکُم مِّن رَّبِّکُم مِّن قَبلِ اَن یَّاتِیَکُمُ العَذَابُ بَغتَۃً وَّ اَنتُم لَا تَشعُرُونَ ۔اور تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو بہترین (کتاب) نازل ہوئی ہے اس کی

پیروی کرو قبل اس کے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (زمر/۵۵) اس آیت کے اندر انسان کے لئے ایک زیبا زندگی گزارنے میں بہترینوں کے انتخاب میں جو کچھ خداوند کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے لئے انسان کی عمر کی کمی اور فرصتوں کا جلدی گزر جانے سے استدلال کیا گیا ہے (طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج/۱۷ص/۴۲۷)

دنیا سے دل لگانا۔ عمل صالح اور نیکی کی راہ میں سب سے پہلا دم یہ ہے کی انسان اس اسلامی طرز زندگی کو پانے کی حرکت میں، وہ جو انسان کا دنیا کا اور دنیایی امور کا شیدانہ ہونا ہے۔ باالفاظ دیگر دینی منابع میں اسے تجافی کی تعبیر سر استفادہ کیا گیا ہے جیسے امام سجاد علیہ السلام نے صحیفہ سجادیہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:« اللَّهُمَّ ارْزُقنی التَّجافِیَ عَنْ دارِ الغُرُورِ، » (سید ابن طاووس، اقبال بالاعمال الحسنۃ، ۲۲۸) علامہ جوادی آملی تجافی از دار غرور کو نور کی طرف پرواز کرتے معنا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: «خدا کی طرف حرکت کی پہلی شرطیہ ہے کہ انسان بلندی کی طرف پرواز کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے اسی کو تجافی سے یاد کیا گیا ہے» (جوادی آملی، صورت وسیرت انسان در قرآن، ص/۲۷۲) قرآن میں بھی تجافی کا ذکر آیا ہے جیسے: تَتَجَافٰی جُنُوبُهُم عَنِ المَضَاجِعِ یَدعُونَ رَبَّهُم خَوفًا وّ طَمَعًا وّ مِمَّا رَزَقنٰهُم یُنفِقُونَ ۔ (رات کو) ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (سجدہ۱۶) حیات انسان اس جہان میں امور دنیوی کے بھیج میں انجام پاتی ہے، لیکن خدا کی خاطر بہت سی دلبستگیوں اور تعلقات سے جان چھڑانا بھی ناگزیر ہے۔ اسی لئے مالدار خدا کی راہ میں انفاق کے زریعے اس سے دور ہو سکتا ہے اور اسی طرح بہت سے تعلقات دنیوی۔

کامیاب کوشش۔ اکثر انسان جو دنیا میں ایک بامعنا زندگی کر چکے ہیں اور سالک الی اللہ رہے ہیں، انہیں دنیا میں بہت کچھ انجام بھی دیا ہے۔ ایک زیبا اور طاقتور زندگی کا حصول انسان کے بے کار رہنے سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ دنیا میں کام کرنا بھی انسان کی زندگی کو ایک اچھے موڑ پر لا کھڑا کرتا ہے۔ کام کرنے سے بے حوصلہ اور سستی اور کاہلی جیسی لعنت جو ایک زندگی مطلوب کے موانع میں شمار ہوتا ہے، سے بھی چھٹکارا حاصل ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید میں اپنی روزی کے حصول کے لئے سفر پہ جانے والوں کو خدا کی راہ میان جہاد کرنے والوں کی صف میں شامل کرتا ہے۔ (مزمل/۲۰) اسی طرح امام جعفر صادقؑ کی روایت میں آیا ہے: «وہ لوگ جو اپنے گھر والوں کے معاش کی تلاش میں نکلتے ہیں اس مجاہد کی طرح ہے جو راہ خدا میں جہاد کرتا ہے» (حر آملی، وسائل الشیعہ، ج۱۲ص۲۳) کیوں نہ معاش کی تلاش اقتصادی رونق کا بحال جہاد کہلائے گا؟ اسی لئے جمہوری اسلامی کے ہر سال کو ایک اقتصادی جہاد کے عنوان سے رہبر معظم کے توسط سے معین کیا جاتا ہے اور یہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ہے۔ اسلامی تاریخ میں یہ بات مل جاتی ہے کہ جب کچھ اصحاب نے یہ کہتے ہوئے اپنے دروازے بند کر دیئے کہ ہمارا رزق خدا ہی دے گا، جب یہ خبر پیغمبر اکرم (ص) تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ایسا کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوگی اور اور تمہیں اپنی روزی کی تلاش کرنی چاہئے۔ (عروسی، حویزی، نورا لقلین، ج۵، ص۳۵/ح۳۳۵)

اجتماعی اور ثقافتی بنیادیں

اسلامی طرز زندگی میں موثر عوامل سے ایک اپنے ارد گرد کے ماحول کا اثر انداز ہونا ہے، بالفاظ دیگر اجتماع اور فرہنگ کا انسان کی زندگی پر اثر انداز ہونا ہے۔ان میں مہم ترین موارد پیش خدمت ہے:

مثبت سوچ اور دوسروں کے بارے میں خوش بینی۔اللہ تعالی نے لوگوں کے بارے بدبینی اور سوظن ایجاد کرنے والے اس طرح کے ہتھکنڈوں سے دور رہنے کی تاکید کی ہے: لَو لَا اذ سَمِعتُمُوہُ ظَنَّ المُؤمِنُونَ وَ المُؤمِنٰتُ بِاَنفُسِہِم خَیرًا وَّ قَالُوا ہٰذَا افکٌ مّبِینٌ۔جب تم نے یہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح بہتان ہے؟ (سورہ نور، ۱۲) یہ آیت اس بات پہ زور دے رہی کہ انسان مومن کو چاہئے وہ اپنے دینی بہن بھائیوں کے بارے میں خیر اور نیک گمان کرے، خاص کر ایسے موقع میں جب منافق لوگ ایسی افواہیں پھیلا رہے ہوں۔اسی لئے افواہوں پر کان دھرنا ،اسلامی طرز زندگی کے موانع میں سے ہے اور آرام اور ذہنی سکون کو بھی معرض خطر میں ڈال دیتا ہے۔اسکے مقابل ایک دوسرے کے بارے میں حسن ظن اور خوش بینی کا تعلق انسان کی اجتماعی زندگی کو مختلف آسیبوں اور خطروں سے محفوظ رکھنا ہے۔

تواضع اور فروتنی۔معاشرے کے افراد کے درمیان محبت ایجاد کرنے والی بنیادوں اور ہر قسم کے اختلافات سے دور رکھنے والی چیزوں میں سے ایک،فروتنی اور تواضع ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کو مختلف حادثے اور اور آسیب سے بچایا جاسکتا ہے۔لوگوں سے نرمی سے پیش آنا، لوگوں کے ساتھ اچھا برتاو اور لوگوں کی نرمی سے احوال پرسی سب تواضع کی نشانی ہے کہ ایک زندگی کو اسلامی طرز کے سانچے میں ڈالا جاسکتا ہے۔قرآن مجید بھی مومنین کے لئے تواضع اور مہربانی کے پر پھیلانے کی تاکید کرتا ہے: ان اَنَا الَّا نَذِیرٌ مّبِینٌ۔ میں تو صرف صاف اور صریح انداز میں تنبیہ کرنے والا ہوں۔ (شعرا/۲۱۵)

دوسروں کی لغزشوں کا عفو ودر گزر کرنا۔ جیسے پیغمبر اکرمؐ نے ہشتم ہجری فتح مکہ کے دوران جب کسی نے پکارا : «الیوم یوم الملحمہ»آج انتقام کا دن ہے . پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:«الیوم یوم المرحمہ»آج مرحمت اور بخشش کا دن ہے نہ انتقام کا۔آپؐ بعنوان رسول وحی الہی پورے جہاں کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ جب خدا نے تمہیں حتی دشمن پر بھی غلبہ ں صیب کیا تو بھی انکے ساتھ مہربانی اور بشارت کے ساتھ برتاو کرنا۔اور پیغمبر اکرمؐ نے اس طرح سب کے دلوں پر راج کیا، اور سب کے محبوب قرار پائے اور تمام معاشرے بشری کو یہ اعلان کیا کہ اگر دنیا میں قدرت اور کامیابی کی بلند چوٹیوں کو فتح کرنا ہے تو عفو اور در گذشت کرنا ہوگا اور انتقام کے احساس کو جڑھ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔

نظریاتی مخالفوں سے حسن سلوک اور جدال احسن۔اسلام کی تبلیغی بنیاد نرمی اور عاطفی امور پر رکھی گئی ہے۔ جیسے قرآن مجید ہر زمانے میں تبلیغ کی روش کو کچھ یوں بیان کرتا ہے: اُدعُ الی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَۃِ وَ المَوعِظَۃِ الحَسَنَۃِ وَ جَادِلہُم بِالَّتی ہِیَ اَحسَنُ ؕ انَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِیلِہٖ وَ ہُوَ اَعلَمُ بِالمُہتَدِینَ ۔(اے رسول) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کی راہ کی طرف دعوت دیں اور ان سے بہتر انداز میں بحث کریں، یقیناآپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (نحل/۱۲۵) اس آیت کی رو سے دعوت تبلیغ میں اساسی چیز پہلے علم،

منطق اور عقلی استدلال پر مبنی ہونا چاہئے اور وہ بھی حکمت عملی کے ساتھ پھر نصیحت آمیز مطالب سے کہ دوسرے کو جذب کرے، اور نصیحت کی روش ایسی ہو کہ ہر قسم کی تلخ کلامی، بھرم، مقابل کی تحقیر اور ہر قسم کی ہٹ دھرمی کے باعث بننے والے انداز سے گریز کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ بھی، اسلام نے ایک اسلامی طرز زندگی کے تشکیل کے لئے خاص کر کچھ اجتماعی دوسرے دستورات کو بھی اپنانے کا حکم دیا ہے جیسے: مشورہ، نرمی سے پیش آنا اور نیک برتاو کرنا اور ایک دوسرے سے محبت کرنا، سب ایک اسلامی طرز زندگی کے بنانے میں نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح معاشرے کے مستضعفین کی دادرسی کرنا اور نیازمندوں کی حاجت روائی کرنا، اور معاشرے کے نادار لوگوں سے ہمدردی اور انکے بارے میں احساس زمہ داری کرنا بھی اسلامی معاشرے کی اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔

معاشرے میں عمومی طور پر عفت اور پاکدامنی کی پاسداری کرنا۔ اس میں مومنین کے عیوب کو پنہان کرنے اور انکی آبرو داری کرنا اور انکی عزت کا خیال رکھنا۔ اسی بات کی طرف قرآن میں بھی اشارہ آیا ہے۔ یاَیّہَا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَدخُلُوا بُیُوتًا غَیرَ بُیُوتِکُم حَتّی تَستَانِسُوا وَ تُسَلِّمُوا عَلٰی اَہلِہَا ذٰلِکُم خَیرٌ لَّکُم لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہونا جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم نصیحت حاصل کرو۔ (نور/۲۷)

اسلامی طرز زندگی کی اجتماعی بنیادوں میں سے ایک مسلمانوں کے درمیاں «کلمہ وحدت» ہے۔ قرآن مجید دین اسلام اور لوگوں کا کلمہ توحید پر اکھٹا ہونے کو سب سے بڑی نعمت کے طور پر پیش کرتا ہے: وَ اعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا وَ اذکُرُوا نِعمَتَ اللّٰہِ عَلَیکُم اذ کُنتُم اَعدَآءً فَاَلَّفَ بَینَ قُلُوبِکُم فَاَصبَحتُم بِنِعمَتِہٖ اِخوَانًا وَ کُنتُم عَلٰی شَفَا حُفرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنقَذَکُم مِّنہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُم اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُم تَہتَدُونَ۔ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا، اس طرح اللہ اپنی آیات کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ (آل عمران/۱۰۳) اور وحدت کی اہمیت یہی کافی ہے کہ تمام شعائر اسلامی اور عبادات الہی میں وحدت کو مرکزیت بخشی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وحدت اسلامی مسلمانون کی ترقی اور پیشرفت کی ضامن ہے۔

امر بالمعروف و نہی از منکر۔ اسلامی طرز زندگی کے تشکیل میں ایک بنیادی مسئلہ امر بالمعروف اور نہی از منکر کا ہے۔ جب تک معاشرے میں نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی کہنی کی عادت رائج نہ کی جائے، اس معاشرے کو بربادی سے کوئی نہیں بچاسکے گا ۔ معاشرے کے افراد کے اوپر اجتماعی ذمہ داریوں سے ایک یہ کہ ہر فرد معاشرے میں نیک کاموں کی طرف تشویق کرے اور برائی اور منکرات کے بارے میں بے تفاوت بھی نہ رہے۔ خداوند مسلمانوں کو ایک بہترین امتی قرار دیتا ہے جسے معاشرے کی طرف بشریت کی خدمت کی خاطر بھیجا گیا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی از منکر کرتا ہے۔ کُنتُم

خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ تَنہَونَ عَنِ المُنکَرِ وَ تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَ لَو اٰمَنَ اَہلُ الکِتٰبِ لَکَانَ خَیرًا لَّہُم مِنہُمُ المُؤمِنُونَ وَ اَکثَرُہُمُ الفٰسِقُونَ ۔ تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کیے گئے ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو خود ان کے لیے بہتر تھا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان والے ہیں لیکن ان کی اکثریت فاسق ہے۔ (آل عمران/۱۱۰)

مختلف راہوں سے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا۔ لوگوں کے ساتھ گھل مل جانا اور دوسروں کی بھلائی کے لئے موثر قدم اٹھانا یہ سب معاشرے کو زندہ کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ بہت سے قرآنی نمونے اس مطلب کے لئے پائے جاتے ہیں: احساس اور ماں باپ کیساتھ نیکی (اسراء، ۲۳، ۲۴) سخاوت اور بخشش بہترین ثروت۔ (آل عمران، ۹۲) معاشرت میں سنجیدگی اور نیک کاموں میں مدد کرنا۔ (مائدہ، ۲)

مغربی طرز زندگی مغربی طرز زندگی کے بنیادیں محور

مغربی دانشمندوں کے انسان کی تذلیل اور حقارت اور انسان کا دوسرے موجود سے تمایز کا قائل نہ ہونا، یہی انسان کی بی حیثیت اور اپنی پہچان کو کھو کر زندگی کو بے ہدف قرار دینے سے صرف اپنے آپ کے نابودی کے کچھ اسکے نصیب میں نہیں آیا۔ اسی لئے قرآن اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے: وَ قَالُوا مَا ہِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنیَا نَمُوتُ وَ نَحیَا وَ مَا یُہلِکُنَا اِلَّا الدَّہرُ وَ مَا لَہُم بِذٰلِکَ مِن عِلمٍ اِن ہُم اِلَّا یَظُنُّونَ۔ اور وہ کہتے ہیں: زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے (جس میں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں ہے، وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔ (جاثیہ/۲۴)

اگر مغربی تہذیبوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب یونانی فلاسفہ اور مفکرین کے تصورات و افکار اور یونان و روم کی بت پرستانہ عزائم اور رسوم اور وہاں کی گزشتہ تہذیبوں کے مابقے اثرات و باقیات کا ملغوبہ ہے۔ بد قسمتی سے مغرب کے فکر و فلسفہ اور عقائد و رسوم پر آسمانی تعلیمات کی پرچھائیں بہت کم پڑی ہیں۔ انقلاب فرانس کے بعد اٹھارویں صدی کے اختتام پر یورپ میں، بادشاہت اور کلیسا کے گٹھ جوڑ کا خاتمہ ہوا جس کے باعث سیکولر ریاستوں کا قیام عمل میں آیا جہاں ہر شہری کو ظاہرا اس کے حقوق اور بلا تفریق رنگ و نسل کے ریاستی امور میں برابری کا درجہ دینے کی غرض سے بنیاد رکھی گئی۔ مذہب کو ہر شخص کا ذاتی معاملہ قرار دے کر پادری اور چرچ کو الگ الگ کر دیا گیا جس کے نتیجے میں انسانی طرز زندگی خاص کر اجتماعی امور مذہب سے الگ ہو گئے اور نئے دور کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے یورپ میں سائنسی انقلاب آ گیا۔ جدید سائنسی علوم میں ترقی کی بدولت مغربی معاشروں میں انسانی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوے نئے ریاستی قوانین تشکیل دیے گئے۔ ان ریاستی قوانین کا منبع اور محور ہمیشہ انسان کی آزادی قرار پائی۔ یوں مذہبی بنیادوں پر طبقاتی تقسیم کا خاتمہ ہوا اور یوں ظاہرا معاشرے کے ہر طبقے کو خاص کر عورتوں کو وہ تمام حقوق دینے کے نام پر جو اس سے قبل صرف مردوں کو حاصل تھے، نئے شعار اور تنظیمیں اور قوانین بنائے گئے۔ مغربی طرز زندگی کا عمیق

مطالعے کرنے سے چند محور سب سے زیادہ روشن دکھائے دیتے ہیں جس میں انسانی حقوق کا شعار کچھ زیادہ ہی اچھالا گیا ہے۔ مغربی طرز زندگی کے نمایاں چند نمونے جن پر مغربی ثقافت اور طرز زندگی کی بنیاد استوار ہے:

لذت

عصر حاضر میں انسان کی زندگی جس طرح کی لذات ہو اسکے حصول کرنے کی ہر ممکن کوشش میں نظر آجائے اسکی توجیہ کی جاتی ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ایسی زندگی جو مادی لذات سے خالی ہو تو اسے پوچ اور ناکام زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درست ہے خود لذت ایک بہتریں وسیلہ ہے انسان کے بلند اہداف کے حصول کے لئے، لیکن کیا یہ مناسب ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے آپ کو دنیا کی لذتوں کا اسیر بنائے اور اپنی زندگی کے تمام کاموں کو تعطیل کرکے لذت گرائی پر متمرکز ہو؟ یہی وجہ ہے مغربی زندگی میں سب سے زیادہ جس چیز کو اہمیت دی جاتی ہے وہ انسان کی لذتوں کو برآوردہ کرنا ہے۔ علامہ جعفریؒ اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوے فرماتے ہیں: بہت تعجب کی بات ہے یہ لوگ (مغربی)، انسان کی وہ معنوی لذتیں جن سے بلند مام اور انسان کی پہچان حاصل ہونی ہو، ان کو ایک نابجا اصطلاح کے زریعے اسکو علمی مقام سے ہٹادیتے ہیں، ایسے میں اسکی جگہ حیوانی لذتوں کو اسکے قابل حس ہونے کے بہانے علمی دائرے میں ڈال دیتے ہیں۔ (جعفری، پیام خرد، ۱۳۳۷: ۔۔۲۱۶)

اسی بنا اور اسی لذت کی بنیاد پر جدید دنیا یا مغربی خاندانی نظام کی نظریاتی بنیاد (Permissivness) یا اباحیت پسندی جنم لیتی ہے۔ اس نظریے کے مطابق ہر وہ چیز جائز صورت اختیار کر سکتی ہے جو انسان کو لذت اور خوشی سے ہم کنار کرتی ہو یا دل اس کی طرف راغب ہو۔ اس نظریے نے بے شمار ایسی چیزوں کو قانونی اور بعد میں 'اخلاقی جواز' فراہم کیا جو گزشتہ زمانے میں مذہبی یا معاشرتی اور سماجی اقدار کے مطابق غلط اور ناجائز قرار دی گئی تھیں اور انہیں برائی تصور کیا جاتا تھا۔ اس نظریے نے سماج میں بہت سی غلط چیزوں کو، خصوصاً انسان کے جذبہ جنس کو تسکین دینے والی چیزوں کو، نہ صرف جائز اور قانونی حیثیت دے دی بلکہ ان کو فروغ بھی دیا۔ مرد کی مرد سے شادی اور عورت کی عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی کا جواز اسی اباحیت پسندی یا Permissivness کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ سیکس ٹوائز جیسی چیزیں بھی معاشرے میں رائج ہوئیں جنھوں نے خاندانی نظام کا خاتمہ کر ڈالا۔

قدرت

اگرچہ انسان کی زندگی میں قدرت کو معنوی حیات کی طرف حرکت میں ایک بلند وسیلے کے طور پر لیا جاسکتا ہے، لیکن اس کو کسی نامطلوب اور غیر مناسب راہ کے لئے استعمال کرنا سلطہ گری اور استعماری سوچ کو جنم دینے کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لئے مغربی ممالک ہر روز نت نئے بہانوں سے کمزور ممالک کو اپنے زیر قدرت لانے اور وہاں کے معادن اور قدرتی ذخائر پر قبضے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں، حتی انسان کی تعریف کرتے ہوئے بھی اسی استعماری سوچ کو بروئے کار لاتے ہیں۔ جیسے ٹوماس ہابز لکھتے ہیں: اگر انسان کو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ انسانوں کا بھیڑیا ہے۔ (خدادی، مبانی علم سیاست، ۱۳۸۲: ۔۔۱۶۶)

پہلے بھی عرض کیا جوزف نائی جو دنیا میں قدرت نرم کی اصطلاح کے خالق ہیں اسکے مطابق قدرت اس توانائی کا نام ہے جو فرد کی خواہش پر اسکے ہاتھوں انجام پاتا ہے۔ اور وجوزف کے مطابق قدرت یعنی دوسرے فرد کے رفتار پر ایسے نفوذ کرنا کہ اس سے اپنے من پسند نتیجہ حاصل کیا جاسکے۔ اور اسکے لئے چند طریقے سے کام لیا جاسکتا ہے:

تہدید: آپ دوسرے کو ڈرا دھمکا کر کسی کام کے انجام دینے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

تطمیع: یعنی کسی کو لالچ دے کر کسی کام پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

جذب: لوگوں کو جذب کرکے اور اپنے مجموعے کا ضو بنا کر کسی سے کوئی بھی کام کروایا جاسکتا ہے۔

مغرب والے لوگوں کے نزدیک قدرت کبھی اقتدار، تہدید، نفوذ، جبر، اور کبھی ترغیب اور تشویق کے زریعے حاصل کیا سکتا ہے۔ اور اگر چاہیں تو اس سوچ کو دوسروں تک منتقل کر سکتے ہو کہ آپکے اہداف معقول ہیں۔ اور یہ ممکن ہے لوگوں پر حکم چلائے بغیر، یا تہدید، ترغیب کے بغیر بھی اپنے اہداف تک رسائی ہو جائے۔ ان ساری باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغرب کے لوگ وہ بھی انکے دانشمند کیسے کیسے سوچ رکھتے ہیں۔ جہاں انسان کو بھیڑئے سے تعبیر کیا جائے، اور ہر صورت میں دوسرے سے کام لینے کے لئے قدرت مند ہونا یہ بہت بے شرمانہ رویہ ہے کہ جس میں انسان کو اس حد تک پست کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے وہ اپنی زندگی کے سارے برنامے اور کوششوں کو اسی سانچے میں پرکھے۔ اسکے نتیجہ میں اسکی شخصیت اور کرامت انسانی کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اور یہ بات کہنا بے جا نہیں ہوگا وہ قدرت جو دوسروں کو چیڑ پھاڑنے کے لئے حاصل کی جائے یہ خود انسان کی اصلی طاقت اور قدرت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ مرحوم علامہ جعفریؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: نرون، چنگیز، گالیگولا، و دیگر قدر تمند لوگ جیسے چاہیں سوچ سکتے ہیں ایسے ہی انجام دے سکتے ہیں، بغیر کسی قید و شرط کی رعایت کئے بغیر، اور یہ لوگ ہمارے ساتھ وہی کرینگے جس طرح نہیلستوں پر ڈھایا گیا تھا۔ (ایضا۔ ۱۴۵)

منفعت

مغربی ممالک میں اکثر تک محوری کی بناپر تموم چیزوں کا دارمدار انکی اپنی مفادات ہی کو قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ منفعت کا طلب کرنا انسان کی ذات اور سرشت میں پایا جاتا ہے اور یہ خود انسان کی ترقی میں ایک موثر وسیلہ ہے۔ لیکن افراطی سوچ کو حق گرائی کی جگے پر رکھا جاتا ہے تو انسان تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے (ر۔ک رضائی آدریانی، پیشرفت، علوم طبیعی و نقش آن در سبک زندگی قرآنی، مجلّہ قرآن ، علم، ۱۳۹۸)

مغربی مکتب کے نامدار لوگ جن میں ہابز، میکیوال، نیچہ اور فروید جیسے لوگ سر فہرست ہیں انکے نزدیک انسان کو قدرت کے حصول میں مرکزیت قرار دیتے ہیں اور یا انسان کی حیثیت کو اسکی بقا تک محدود کیا ہو اور اسی لئے زندگی کو اخلاقیات اور نیک سیرت کے بغیر انسانی حیات کو حیوانی حیات کے برابر میں لا کر کھڑا کیا ہو، اور ایسے وانین کو جو انسان سے سے پست موجودات کے لئے تھیں، ان کو انسان کی زندگی تک سرایت دے کر حقوق بشر کی بنیاد ڈالی جائے، اس حالت میں اس طرز فکر کے ساتھ کیسے انسان اس واقعی ہدف تک

پہنچ سکتا ہے جس بلند ہدف تک رسائی اس کی بنیاد انسان کی پیدائش سے رکھی گئی تھی۔ یہ سب اس لئے ہے کی انسان کی زندگی کے ایک ہی سرے کو تھام کر دوسرے سے غفلت کی گئی ہے، صرف انسان کے طبیعی اور حیوانی جنبہ کا خیال رکھا گیا ہے اور اس کے معنوی اور روحی رخ کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے کہ مغربی ماشرے انسان کے پیدائشی ہدف سے دور سے دور تر ہوتا جارہا ہے۔ اور انہی ناپختہ بنیادوں کی وجہ سے انسانی اقدار کو پاوں تلے روندھا جارہا ہے اور ہر روز انسان کی شخصیت کو سائنس کے انقلاب کے نام پر نابود کیا جارہا ہے۔

اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوے آیۃ اللہ جوادی آملی کچھ یوں بیان کرتے ہیں: آجکل جہان بینی کے بارے میں مادی سوچ، اقوامی متحدہ کی بین الاقوامی حقوق کی تنظیم کے زریعے اسلام کے تربیتی نظریات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور باصدائے بلند پکار رہے ہیں کہ انسان کو کم سنی سے ہی اس کو اپنے حال میں چھوڑ دینا چاہئے اور ہر قسم کے دینی اور اعتقاداتی تعلیمات کو بیان کرنے اور اسکی توضیح اور تشریح سے دست بر داری کرنا چاہئے تاکہ وہ حد بلوغ کو پہنچنے کے بعد اپنے عقیدتی اور طرز تفکر کو اپنا کر اپنی جوانی میں ہی جس مکتب اور مذہب کو اپنائے اسکی اپنی مرضی سے اختیار کرے، اور یہ ایسے ہے جیسے ایک درخت کے پودے کو اس کے نشو ونما کے دوران باغبان کی سرپرستی اور نگرانی سے محروم رکھا جائے تاکہ اس کے بڑے ہونے کے بعد جوکج اور محکم کی کوئی ضمانت نہیں، اپنے اپ یا کسی اور کے اختیار میں قرار پائے۔ (جوادی آملی، حیات حقیقی انسان در قرآن، ص ۱۴۱) اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسانیت مدرنیزم کے دلدل میں غرہو چکی اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے قلم کی نوک کو زیادہ تیز کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے لیکن ایک ہی بات میں اس کا خلاصہ کیا جاسکتا ہے وہ یہ کہ اس بڑی بیماری کو انسانی طرز زندگی میں ایک بہت بڑی بیماری سمجھ کر اپنے اس مقدس کنبے کو اس بیماری کے جراثیم سے دور رکھا جاسکتا ہے۔ واع میں اس بیماری کو دین اور خدا سے جدائی کا نام بھی دے سکتے ہیں جس اعتراف حتی خود مغربی دانشمند بھی کر چکے ہیں: انسان کا اس ماڈرن دنیا میں دگرگونی اور دربدری دراصل ایمان اور خدا و دین کا فقدان ہے۔ (استین، دربی معنایی، معنایی ہست، ص ۱۰۹)

نتیجہ

بذات خود طرز زندگی پر بنیادی بحث مغربی دنیا کی مرہون منت ہے کیوں کہ وہاں معاشرہ میں فکری، سیاسی اور معاشی طرز عمل میں ان کی سوچ سائنسی بنیادوں پر کھڑی ہے اور اسکے استحکام پر ان کا ایمان بہت واضح ہے۔ در حقیقت طرز معاشرت مغربی تہذیب کی راہ کے اختتام پر متعارف کرایا گیا اور اس کا نتیجہ مغربیت اور ماڈرنیزم کی شکل میں سامنے آیا۔ دوسرے لفظوں میں مغرب میں طرز معاشرت کا مفہوم اس کے سماجی ارتقا اور سماجی نقط نظر کے مختلف ارتقائی مراحل کے بعد اخری مقام کے بعد واضح ہوا۔ جب کہ جدیدیت کا اختتام بیسویں صدی کے اختتام پر امریکی آزاد سامراجی سماجی نظام کے وجود میں آنے سے ہوا۔ یہ وہ حالات تھے جنہوں نے مغربی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن مغربی طرز زندگی میں صرف انسانی کی شہوت کی پیاس بجھانے اور اقدار کو روندڈھالنے کے کچھ بھی بشریت کے نصیب نہیں ہوگا۔ مغرب کے اسی طرز معاشرت کے بارے میں اسلامی انقلاب کے سپریم لیڈر آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای فرماتے ہیں" مغربی ثقافت ایک جارح ثقافت ہے یہ جب داخل ہو جائے تو قوموں کی شناخت تباہ کر دیتی ہے۔ مغربی تہذیب ازہان اور خیالات کو مادیت زدہ کر دیتی ہے۔ زندگی کا مقصد صرف پیسہ اور دولت بن جاتی ہے۔ اعلی وارفع نظریات، روحانی برتری اور روحانی بظریات کا وجود انسانی ذہنوں سے مٹ جاتا ہے۔ یہی مغربی طرز معاشرت کی خصوصیات ہیں۔ مغربی طرز معاشرت کا ایک اور اہم پہلو تقصیر اور جنسی گناہ کو عام کرنا ہے۔ آج مغرب خود اس صورتحال کو ذلت آمیز خیال کرتا ہے۔ اول برطانیہ اور امریکہ اور دیگر ممالک نے ہم جنس پرستی جیسے گناہ عظیم کو اہمیت دی۔ وہ ایک وزیر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں کہ وہ ہم جنس پرستی اور ہم جنس پرستوں کے خلاف کیوں ہے۔ یہ ہے مغربی طرز معاشرت جہاں شراب اور نشہ آور ادویات کے استعمال سے عائلی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ (پیر جولائی ۲۰، ۲۰۲۰ شفقنا شیعہ نیوز) مغربی معاشرتی طرز میں شعار تو بڑے انسان دوستانہ ہوتے ہیں جیسے حقوق نسواں، آزادی، ڈیموکریسی اور ثقافت کے احیاء جیسے نعروں کے زریعے قوموں کی ثقافت اور ان کی اصلیت پر ڈھاکہ ڈالنے کے سوا کوئی دوسرا ہدف حاصل کرنا مقصود نہیں ہے۔

لیکن اس کے مقابل اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے سبھی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو زندگی کے سبھی مراحل اور ہر طرح کے حالات کے بارے آگاہی دیتا ہے۔ پہلے مرحلے میں یہ دنیا کی مخصوص تصویر اور نظریات سامنے رکھتا ہے اور اس کو سامنے رکھ کر دینی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے اور اگلے مرحلے میں مجلسی آداب کو پیش کرکے یہ بنی نوع انسان کے تمام پہلوؤں کے لیے ایک لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔ در حقیقت یہ طرز زندگی کو ایک مخصوص شکل میں ڈھالتا ہے۔ پہناوے، خوراک، بناو سنگھار، خاندان، پڑوسی، مومنین ساتھی اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے بارے میں طور طریقے اور پھر بین المذاہب تعلقات کے بارے میں راہنمائی در حقیقت مذہبی طرز زندگی کو تشکیل دینے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ در حقیقت اسلام نے زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات دی ہیں اور اگر بنی نوع انسان اپنی زندگی میں ان ہدایات کو مد نظر رکھے تو سمجھو کہ اس نے اسلامی طرز معاشرت کے مطابق زندگی گزاری ہے۔

کتابیات

۱. ابن ابی الحدید، عبدالحمید بن ہبۃاللہ، شرح نہج البلاغہ، انتشارات کتابخانہ آیۃاللہ مرعشی نجفی، قم ۱۴۰۴۔
۲. استیس، والتر، تی، دربی معنایی، معنایی ہست، بازتاب اندیشہ، ترجمہ اعظم پویا، شمارہ او ۲، سال ہشتم، بہار وتابستان ۱۳۸۲ش۔
۳. جعفری، محمد تقی، پیام خرد، (مجموعہ مقالات وسخنرانی ہای بین المللی)، نشر کرامت، تہران ۱۳۷۴ش۔
۴. جوادی آملی، عبداللہ، صورت وسیرت انسان در قرآن، اسراء، قم: ۱۳۸۶۔
۵. جوادی۔۔، حیات حقیقی انسان در قرآن، اسراء، قم: ۱۳۷۹ش۔
۶. حرآملی، شیخ محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، آل البیتؑ، قم: ۱۳۸۶۔
۷. خدادادی، محمداسماعیل، مبانی علم سیاست، ناشر: یاقوت ۱۳۹۰ش۔
۸. رضائی آدریانی، پیشرفت، علوم طبیعی ونقش آن در سبک زندگی قرآنی، مجلّہ قرآن، علم، ۱۳۹۸۔
۹. زمخشری، جاراللہ، محمود، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار لکتب العربی، بیروت: ۱۴۰۷ھ۔
۱۰. سید ابن طاووس، علی بن موسی، اقبال بالاعمال الحسنۃ، دار الکتب، الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۷ش۔
۱۱. طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، انتشارات جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم: ۱۴۱۷۔
۱۲. عروسی، حویزی، عبد علی بن جمعہ، نورالثقلین، انوارالقلین، سماعیلیان، قم ۱۴۱۵۔
۱۳. فاضل قانع، حمید، سبک زندگی بر اساس آموزہ ہای اسلامی (بارویکرد رسانہ ای)، قم، مرکز پژوہش ہای اسلامی، ۱۳۹۲ .
۱۴. فیض کاشانی، مولی محسن، علم الیقین، انتشارات اسلامیہ، تہران، ۱۳۷۷ش۔
۱۵. محمودی، اکبر، بررسی جایگاہ علم در سبک زندگی قرآنی، دوفصلنامہ قرآن وعلم: ۱۳۹۵...ش۔
۱۶. شفقنا شیعہ نیوز پیر جولائی ۲۰، ۲۰۲۰)